مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ کا تبلیغی واصلاحی ترجمان

دعوۃ الحق

ایمان اور اعمال کے ثمرات

''دو چیزیں ہیں ایک عقائد ہیں دوسرے اعمال ہیں دونوں کے اثرات اور فوائد ہیں۔ عقائد ٹھیک ہونگے آخرت بنے گی اعمال ٹھیک ہونگے دنیا کی کامیابی ہوگی۔ عقائد اور اعمال دونوں ٹھیک ہونگے تو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ملے گی۔''

(ملفوظ محی السنہ)

مقامی مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ، ٹملناڈو

ایک منٹ کا مدرسہ

سبق نمبر (۱۸)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

(۱) ترجمہ اذکار نماز رَبِّ پالنے والا الْعٰلَمِیْنَ ہر ہر عالم کا، الرَّحْمٰنِ جو بڑا مہربان

(۲) نماز کی سنتیں (۱۸) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۳) بڑے بڑے گناہ جن پر سخت وعید آئی ہے جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے (مگر اللہ تعالیٰ جس پر فضل فرمائیں)

(۱۸) چھوٹوں پر رحم نہ کرنا۔

(۴) گناہ کے نقصانات جو دنیا میں پیش آتے ہیں (۱۸) گنہگار آدمی فرشتوں کی دُعا سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ فرشتے ان مومنوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں جو اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں پس جس نے گناہ کر کے وہ راہ چھوڑ دی وہ اس دولت کا کہاں مستحق رہا۔

(۵) طاعت کے فائدے جو دنیا میں ملتے ہیں (۱۸) بعض مالی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا غصّہ بجھتا ہے اور بُری حالت پر موت نہیں آتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ پروردگار کے غصّہ کو بجھاتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔ (ترمذی)

جلد (۲)

شوال المکرم
سنہ ۱۴۲۷ھ

ماہنامہ

دعوۃ الحق

شمارہ (۷)

نومبر
سنہ ۲۰۰۶ء

اجازت فرمودہ

محی السنۃ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا شاہ
ابرار الحق صاحب ہردوئی قدس اللہ سرہٗ

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد اسعد صاحب مد ظلہم
ناظم مقامی مجلس دعوۃ الحق

مدیر مسئول

مولانا قاری محمد عارف رحیمی زید مجدہم

ترتیب و تقدیم

علمائے مقامی مجلسِ دعوۃ الحق

قیمت ۱۰ روپے

سالانہ زرِ تعاون ایک سو روپے، ششماہی ۵۵ روپے

منجانب

مقامی مجلسِ دعوۃ الحق، پرنام بٹ ۔ ٹملناڈو

طابع و ناشر حکیم وصی اللہ نے المحمود گرافکس، چنئی سے چھپوا کر دفترِ دعوۃ الحق پرنام بٹ سے شائع کیا

کمپوزنگ: کاتب کمپیوٹرس، پرنامبٹ

آئینہ

ہر نصیحت ہمارے لئے آئینہ ہے آئیے اپنی سدھار کی فکر کریں

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان کا فرض ہے

اداریہ

باسمہٖ تعالیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، ہردوئی

موسم بہار میں کیا پایا؟ کیا کھویا؟

حامداً ومصلیاً۔۔۔۔ رمضان المبارک کا مہینہ اپنی رحمت و برکت، نورانیت و روحانیت کے ساتھ آیا بھی اور دیکھتے دیکھتے چلا بھی گیا۔ آمدورفت کا یہ معاملہ کوئی نیا اور انوکھا نہیں ہے بلکہ کائنات کے پیدا کرنے والے نے اپنی حکمت وقدرت سے جو نظام قائم فرمایا ہے اسکے اعتبار سے یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ البتہ اس موقع پر ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے کہ سال کے گیارہ مہینوں کے بعد خداترسی وفکرِ آخرت کا جوہر، ابدیت وفنائیت والی زندگی، حکم الٰہی کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کا مزاج، شریعت کے مطالبے اور نفسانی خواہش میں تصادم کے موقع پر ایمانی تقاضے کی بجاآوری کا ذہن، عبادتوں کا ذوق، توازن و اعتدال، میانہ روی وضبط نفس کی دولت حاصل کرنے، ایمان میں تازگی، یقین میں پختگی، تعلق مع اللہ میں استحکام پیدا کرنے کا موسم بہار آیا اس میں کیا پایا؟ کیا کھویا؟ کیا کمایا کیا ضائع کیا؟ دل کی دنیا کو آباد کیا یا ویران؟ زندگی کو سدھارا یا بگاڑا؟ روحانیت سے کچھ حصہ ملا یا محرومی رہی؟ نیکیوں کا ذخیرہ جمع کیا یا برائیوں کا؟ اطاعت وفرمابرداری کا جذبہ پیدا ہوا یا نافرمانی حکم عدولی کا؟ نفس کشی کا مزاج بنا یا نفس پرستی کا؟ ذکر وتلاوت کی رغبت ہوئی یا بدگوئی وفحش کلامی کی؟ مومنانہ زندگی ہوئی یا گناہوں والی؟

پوری دیانتداری وامانتداری سے خود فیصلہ کیجئے۔ انصاف کیجئے کہ آپنے کیا کیا، آپ کو کیا ملا، خوش نصیب ولائق مبارک باد ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس ماہ مبارک کی قدر کی، اس کی عظمت کو پہچانا، اس کی قیمت کو محسوس کیا۔ اس کے شب و روز کو ضائع نہیں کیا۔ اس کے اوقات کو فضول ولایعنی، لغو وبیکار کاموں میں ضائع نہیں کیا۔ ایک ایک لحہ ایک ایک سانس کو غفلت سے نہیں گزارا بلکہ اسکو تلاوت وعبادت، دعاومناجات، طاعت ونیکی، ذکر وتسبیح، ریاضت ومجاہدہ میں لگائے رکھا۔ اخلاص وللّٰہیت، روحانیت ونورانیت حاصل کرنے میں مشغول رکھا حرام ومضر چیزوں سے پرہیز

کیا، جھوٹ وغیبت، بدکلامی وفضول گوئی سے زبان کو محفوظ رکھا، نگاہوں کی حفاظت کی، ہاتھ وپیر کو غلط استعمال نہیں کیا۔ ایسے لوگوں نے درحقیقت رمضان المبارک سے پورا پورا فائدہ حاصل کر کے ایسی نعمت پالی کہ جس پر کامیابی وکامرانی، عزت ورفعت، سکون وراحت، دنیا وآخرت کی مزیدار زندگی کی قرآن بشارت دے رہا ہے۔

الذین اٰمنوا وکانو یتقون۔ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ (سورۃ یونس)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں۔

حسرت وافسوس کا مقام ہے ان لوگوں کے لئے جن کا موسم بہار گذرا مگر غفلت سے، نیکی وطاعت کا مہینہ گذرا مگر لاپرواہی سے، ذکر وتلاوت کا زمانہ گذرا مگر کاہلی سے، عبادت وریاضت کا وقت گذرا مگر بے توجہی سے، روحانیت ونورانیت، خلوص وللہیت حاصل کرنے کی گھڑیاں گذرا مگر بے التفاتی سے، ایمانی و خداترسی کی زندگی گذارنے کی ساعتیں گذری مگر سستی سے، مغفرت وبخشش کے لمحات گذرے مگر سوتے ہوئے، پورا مہینہ گذر گیا مگر کچھ نہ کیا، کچھ نہ کمایا۔ نیکی کا ذخیرہ نہیں جمع کیا زبان کو تلاوت کی لذت، دل کو ذکر کی حلاوت، روح کو یاد الٰہی کی مٹھاس، آنکھوں کو طاعت کے نور، ہاتھ وپیر کو مجاہدہ وریاضت کی مشقت، جسم کو آہ نیم شبی کے لطف سے محروم رکھا۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ارشاد نبویؐ ہے:

کم من صائم لیس له من صیا مه الا الظمأ وکم من قائم لیس له من قیامه الاالسھر (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: کتنے ہی ایسے روزہ دار ہیں کہ ان کو روزوں سے صرف پیاس ملتی ہے اور کتنے رات کو قیام کرتے ہیں کہ ان کو قیام سے صرف بیداری ملتی ہے۔

لیکن ان ساری محرومیوں کے باوجود انھیں ناامید ومایوس ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ ہمت کریں کوشش کریں دربار الٰہی کھلا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کا دریائے رحمت اس وقت بھی جوش مارنے کو تیار ہے۔ بشرطیکہ سچی طلب، صحیح تڑپ، پوری لگن، مسلسل کوشش ہو۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

درس قرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ

گناہ سے بچنے کا قوی ذریعہ خود اللہ سے پناہ مانگنا ہے

وراودته التی هوفی بیتها عن نفسه وغلقت الابواب وقالت هیت لك ۔
قال معاذ الله انه ربیّ احسن مثوای ۔ انه لا یفلح الظلمون۔

ترجمہ: اور پھسلایا اس کو اس عورت نے جس کے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کردئے دروازے اور بولی شتابی کر کہا خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہی میرا اچھی طرح رکھا ہے، مجھ کو، بیشک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بے انصاف ہوں۔

معارف ومسائل

جس عورت کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہتے تھے وہ ان پر مفتون ہوگئی اور ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلانے لگی، اور گھر کے سارے دروازے بند کردئے، اور ان سے کہنے لگی کہ جلد آجاؤ تمہیں سے کہتی ہوں۔

پہلی آیت میں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ عورت عزیز مصر کی بیوی تھی، مگر اس جگہ قرآن کریم نے زوجۂ عزیز کا مختصر لفظ چھوڑ کر التی هو بیتها کے الفاظ اختیار کئے، اس میں اشارہ اس کی طرف ہے کہ یوسف علیہ السلام کے گناہ سے بچنے کی مشکلات میں اس بات نے اور بھی اضافہ کردیا تھا کہ وہ اسی عورت کے گھر میں اسی کی پناہ میں رہتے تھے، اس کے کہنے کو نظر انداز کرنا آسان نہ تھا۔

گناہ سے بچنے کا قوی ذریعہ خود اللہ سے پناہ مانگنا ہے

اور اس کا ظاہری سبب یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے جب اپنے آپ کو سب طرف سے گھرا ہوا پایا تو پیغمبرانہ انداز پر سب سے پہلے خدا کی پناہ مانگی قال معاذ الله، محض اپنے عزم وارادہ پر بھروسہ نہیں کیا، اور یہ ظاہر ہے کہ جس کو خدا کی پناہ مل جائے اس کو کون صحیح راستہ سے ہٹا سکتا ہے، اس کے بعد پیغمبرانہ حکمت وموعظت کے

ساتھ خود زلیخا کو نصیحت کرنا شروع کیا، کہ وہ بھی خدا سے ڈرے، اور اپنے ارادہ سے باز آجائے فرمایا

"انه ربی احسن مثوای، انه لا یفلح الظلمون"

ترجمہ: وہ میرا پالنے والا ہے اس نے مجھے آرام کی جگہ دی، خوب سمجھ لو کہ ظلم کرنے والوں کو فلاح نہیں ہوتی بظاہر مراد یہ ہے کہ تیرے شوہر عزیز مصر نے میری پرورش کی اور مجھے اچھا ٹھکانا دیا میرا محسن ہے، میں اس کے حرم پر دست اندازی کروں؟ یہ بڑا ظلم ہے اور ظلم کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔ اس کے ضمن میں خود زلیخا کو بھی یہ سبق دے دیا کہ جب میں اس کی چند روزہ پرورش کا اتنا حق پہچانتا ہوں تو تجھے مجھ سے زیادہ پہچاننا چاہئے۔

اس جگہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو اپنا رب فرمایا حالانکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں وجہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ موہم شرک اور مشرکین کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اسی لئے شریعت محمدیہؐ میں ایسے الفاظ استعمال کرنا بھی ممنوع کر دیا گیا، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ "کوئی غلام اپنے آقا کو اپنا رب نہ کہے، اور کوئی آقا اپنے غلام کو اپنا بندہ نہ کہے" مگر یہ خصوصیت شریعتِ محمدیہ کی ہے، جس میں شرک کی ممانعت کے ساتھ ایسی چیزوں کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے جس میں ذریعۂ شرک بننے کا احتمال ہو، انبیاء سابقین کی شریعتوں میں شرک سے تو سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، مگر اسباب و ذرائع پر کوئی پابندی نہ تھی، اسی وجہ سے پچھلی شریعتوں میں تصویر سازی ممنوع نہ تھی، مگر شریعتِ محمدیہؐ چونکہ قیامت تک کے لئے آئی ہے، اس کو شرک سے پوری طرح محفوظ کرنے کے لئے ذرائع شرک، تصویر اور ایسے الفاظ سے بھی روک دیا گیا جو موہم شرک ہوسکیں۔ بہر حال یوسف علیہ السلام کا انه ربی فرمانا اپنی جگہ درست تھا۔

اور یہ بھی ایک ہوسکتا ہے کہ انه کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو، اسی کو اپنا رب فرمایا اور اچھا ٹھکانا بھی درحقیقت اسی نے دیا، اس کی نافرمانی سب سے بڑا ظلم ہے، اور ظلم کرنے والوں کو فلاح نہیں،

بعض مفسرین سدی اور ابن اسحٰق وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس خلوت میں زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو مائل کرنے کے لئے ان کے حسن جمال کی تعریف شروع کی، کہا کہ تمھارے بال کس قدر حسین ہیں، یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بال موت کے بعد سب سے پہلے میرے جسم سے علیحدہ ہوجائیں

گے، پھر کہا تمھاری آنکھیں کتنی حسین ہیں تو فرمایا موت کے بعد یہ سب پانی ہو کر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی، پھر کہا تمھارا چہرہ کتنا حسین ہے تو فرمایا کہ یہ سب مٹی کی غذا ہے، اللہ تعالیٰ نے فکرِ آخرت آپ علیہ السلام پر اس طرح مسلط کردی کہ نوجوانی کے عالم میں دنیا کی ساری لذتیں ان کے سامنے گرد ہو گئیں، صحیح ہے کہ فکر آخرت ہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہر جگہ ہر شر سے محفوظ رکھ سکتی ہے، **اللھم ارزقنا ایاہ**

(معارف القرآن جلد پنجم ۲۹ تا ۳۴)

انوار سنت

لباس کی سنتیں

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ کا کپڑا پسند تھا۔

(۲) قمیص کرتا یا صدری وغیرہ پہنیں تو پہلے دایاں ہاتھ آستین میں ڈالیں۔ پھر بایاں ہاتھ۔ اسی طرح پاجامہ اور شلوار کے لئے پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں۔

(۳) پاجامہ، شلوار یا لنگی ٹخنہ سے اوپر رکھیں۔ ٹخنہ سے نیچے لٹکانے سے اللہ ناراض ہوتے ہیں۔
نبی کریم صلی علیہ وسلم نے فرمایا تہبند ٹخنہ سے نیچے لٹکانے والے پر اللہ تعالےٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

(۴) نیا کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھیں۔

الحمد لله الذی کسلنی هذا من غیر حول منی و لا قوة

(۵) عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنا سنت ہے۔ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا خلاف سنّت ہے۔

(۶) سیاہ صافہ باندھنا مسنون ہے، شملہ چھوڑنا بھی مسنون ہے شملہ کی مقدار ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ بھی ثابت ہے۔

(۷) کپڑے اتارتے وقت بسم اللہ کہیں اور ابتدا بائیں جانب سے کریں۔ قمیص یا کرتا وغیرہ اتارنا ہو تو پہلے بایاں ہاتھ آستین سے نکالیں پھر داہنا ہاتھ۔ اسی طرح شلوار اور پاجامہ اتارتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالیں پھر داہنا۔

درس حدیث

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

نفلی روزے

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے

عن ابی ایوب الانصاری ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال کان کصیام الدھر (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ (صحیح مسلم)

تشریح۔۔۔۔ رمضان کا مہینہ اگر ۲۹ ہی دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ۳۰ روزوں کا ثواب دیتے ہیں اور شوال کے ۶ نفلی روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد ۳۶ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون "الحسنة بعشر امثالها" (ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق ۳۶ کا دس گنا ۳۶۰ ہو جاتا ہے اور پورے سال کے دن ۳۶۰ سے کم ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔ پس جس نے پورے رمضان مبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں ۶ نفلی روزے رکھے وہ اس حساب سے ۳۶۰ روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا پس اجر و ثواب کے لحاظ سے یہ ایسا ہی ہوا جیسے کوئی بندہ سال کے ۳۶۰ دن برابر روزہ رکھے۔

ہر مہینہ میں تین نفلی روزے کافی ہیں

عن عبدالله بن عمر و ابن العاص قال قال لی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد الله الم اخبر انك تصوم النهار وتقوم اليل فقلت بلى يا رسول الله قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدك عليك حقاوان لعينك عليك حقا وان لزوجك عليك حقا وان لزورك عليك حقا لا صام من صام الدهر صوم ثلثة ايام من كل شهر صوم الدهركله صم كل شهر صوم الدهر كله صم كل شهر ثلثة ايام واقرءِ القرآن فى كل شهر قلت انى

اطیق اکثر من ذالك قال صم افضل الصوم صوم داؤد صیام یوم وافطار یوم واقرءُ فی کل سبع لیال مرّۃ ولا تزد علی ذالك...(رواہ لبخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے یہ معمول بنا رکھا ہے کہ تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نوافل پڑھتے ہو (کیا واقعہ ایسا ہی ہے؟) میں نے عرض کیا کہ: ہاں حضرت! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ طریقہ چھوڑ دو روزے بھی رکھا کرو اور ناغہ بھی کیا کرو، اسی طرح رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے (تمہیں اس کی اجازت نہیں ہے کہ جسم پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالو اور اس کے ضروری تقاضے بھی پورے نہ کرو) اسی طرح تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے (کہ تم اس کو سونے اور آرام لینے کا موقع دو) اسی طرح بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتیوں مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے (تم کو جائز نہیں کہ ان کی حق تلفی کر کے) اللہ کی عبادت کرو۔ سنو) جو ہمیشہ بلا ناغہ روزہ رکھے اس نے گویا روزہ رکھا ہی نہیں ہر مہینے میں تین دن کے نفلی روزے رکھ لینا ہمیشہ روزہ رکھنے کے حکم میں ہے، اس لئے ہر مہینے بس تین دن روزے رکھ لیا کرو، اور مہینے میں ایک قرآن (تہجد میں) ختم کر لیا کرو۔ (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں (اس لئے مجھے زیادہ کی اجازت مرحمت فرمائیے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم داؤد علیہ السلام کے روزوں کا طریقہ اختیار کر لو، اور یہ کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار (یعنی روزہ کا ناغہ اور تہجد میں سات راتوں میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو، اور اس سے زیادہ نہ کرو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح ــــــ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ذوق عبادت بہت بڑھا ہوا تھا وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے اور رات بھر نوافل پڑھتے اور اس میں روزانہ پورا قرآن مجید ختم کر لیتے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کو وہ ہدایت فرمائی جو حدیث میں مذکور ہوئی اور اس کی عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا اور فرمایا کہ: تم پر اپنے جسم و جان اور اپنے اہل تعلق کی بھی ذمہ داریاں ہیں اور ان کی بھی رعایت اور ادائیگی ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے پہلے مہینے میں تین نفلی روزے رکھنے اور تہجد میں پورے مہینے میں ایک قرآن پڑھنے کے لئے فرمایا، اور جب انہوں نے عرض کیا کہ میں با آسانی اس سے زیادہ کر سکتا

ہوں لہٰذا مجھے زیادہ کی مجھے اجازت دے دیجئے تو آپ ﷺ نے ان کو صوم داؤدی (یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کی) اور ہفتہ میں ایک قرآن مجید رات کے نوافل میں پورا کر لینے کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس سے زیادہ کے لئے منع فرمادیا۔۔۔۔۔ لیکن اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی ممانعت کا منشاء یہ نہیں تھا کہ زیادہ عبادت کرنا کوئی بری بات ہے، بلکہ یہ ممانعت بر بنائے شفقت تھی (جس طرح چھوٹے بچوں کو زیادہ بوجھ اٹھانے سے منع کیا جاتا ہے) یہی وجہ ہے کہ ان کے یہ عرض کرنے پر کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں آپ ﷺ نے ان کو مہینہ میں صرف تین دن روزوں کے بجائے صوم داؤدی یعنی ۱۵ دن روزہ اور ۱۵ دن افطار کی اور مہینہ میں قرآن ختم کرنے کے بجائے ہفتہ میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دے دی۔ بلکہ ترمذی کی روایت کے مطابق بعد میں صرف پانچ دن میں قرآن مجید ختم کرنے کی بھی اجازت دے دی تھی اور بعض صحابہ کو حضور ﷺ نے تین دن میں قرآن ختم کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ (معارف الحدیث حصہ چھارم)

اعلان

آپ حضرات کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مقامی مجلس دعوۃ الحق پرنام بٹ کا ماہانہ اجتماع **عصر تا فجر** بتاریخ ۲۷ رشوال المکرّم ۱۴۲۷ھ بمطابق **19-11-2006** بروز اتوار بمقام **جامع مسجد** پرنام بٹ۔ انشاء اللہ منعقد ہوگا۔ جسمیں مندرجہ ذیل نظام رہیگا.

بعد نماز عصر: ایک گناہ کبیرہ بتانا ◈ ایک سنت بتانا ◈ قرآن پاک کی ایک آیت کی تصحیح ◈ آداب گشت ◈ بعدہٗ گشت ◈ تعلیم تسہیل قصد السبیل ◈ چائے و تیاری نماز مغرب

بعد نماز مغرب: تلاوت کلام پاک ◈ سنن نماز میں سے تین سنتوں کا عملی نمونہ (سلسلہ) ◈ بعدہٗ مہمان خصوصی کا اصلاحی خطاب ◈ دعا ◈ تیاری و نماز عشاء

بعد نماز عشاء: ◈ کھانے کی سنتیں ◈ سونے کی سنتیں ◈ نماز کی عملی مشق ◈ مراقبہ موت ◈ بعدہٗ دعا ◈ بعدہٗ قیام شب ◈ نماز تہجد (انفرادی) ◈ معمولات (انفرادی) ◈ تیاری نماز فجر

بعد نماز فجر: تفسیر قرآن پاک

آپ تمام احباب سے اس اجلاس میں حسب موقع شرکت اور کامیابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآن پر

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

(اسلام اور مسلمانوں کے خلاف) ہر زمانہ میں کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے۔ اس طرح کے لوگ رہے ہیں۔ مگر پوری تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا کیا حشر رہا اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا ہے۔ بیت اللہ جو مرکز ہے اسی طرح دین پھر انبیاء کرام الصلوٰۃ والسلام کا جن لوگوں نے مقابلہ کیا ان کا کیا انجام ہوا۔ نمرود کا کیا حال ہوا۔ فرعون کی فرعونیت مٹ گئی۔ اسکے پاس کیسے کیسے اسباب تھے وسائل تھے اسکے باوجود ایسی شکست ہوئی کہ دنیا کی تاریخ میں ایسی مثال نظر نہیں آتی۔ کہ ایک آدمی بھی نہ مارا گیا۔ اور ملک فتح ہو جائے۔ دشمن سے خالی ہو جائے کیا عجیب واقعہ پیش آیا ارشاد ربانی ہے۔

وإذ فرقنا بكم البحر فأنجينكم وأغرقنا آل فرعون وأنتم تنظرون.

وہ وقت یاد کرو جبکہ شق کیا ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھر ہم نے تم کو نجات دی اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا اس حال میں کہ تم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

کبھی تاریخ میں ایسا نہیں ہوا ہوگا کہ دشمن کی اتنی بڑی جماعت سب کے سب مٹ جائیں۔ فنا ہو جائیں۔ اور ادھر ایک جان بھی ضائع نہ ہو۔ پھر یہ کہ دشمن کی ساری فوج ان کے سامنے تباہ ہو جائے اگر کوئی اور اس طرح کی خبر دیتا تو کوئی اس کو نہ مانتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے آنکھوں کے سامنے اس واقعہ کو دکھایا۔ یہ سب عبرت و نصیحت کے لئے ہے۔

پھر یہ کہ اس وقت جو حالات پیش آئے ہیں اسکے تدارک کیلئے انتظامات ہونگے۔ بڑی بڑی تنظیمیں ہیں وہ غور و فکر کریں گی۔ تحفظ حرمین شریفین کیلئے اجتماعات ہو رہے ہیں۔ مشورے ہو رہے ہیں۔ جماعتیں ہیں وہ اسکے نظام میں لگی ہوئی ہیں۔ اسکے لئے اگر ہم کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا کریں تا کہ ہمیں بھی اسکی سعادت ملجائے ہم کو بھی یہ شرف ملجائے اسکے لئے دعا کرتے رہیں۔

دوستانہ تعلقات کیلئے ضابطہ اور صحابہ کا اسکے موافق معاملہ

پھر یہ کہ جہاں یہ معاملہ ہے وہیں اس طرح کے لوگوں کے بارے میں ہمارے لئے بھی کچھ ہدایات ہیں ان کی پابندی بھی اہم ہے۔ بعض دفعہ ہم لوگوں کے ظاہر حالات کو دیکھ کر ان سے حسن ظن کا معاملہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہماری کچھ غفلت بھی ہو جاتی ہے کہ ان کے پورے حالات معلوم نہیں کرتے اور ان سے نیک معاملہ کرنے لگ جاتے ہیں ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جو انجام ہوگا سب کے سامنے ہے۔ حکم ہے کہ ان سے چوکنا رہو قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم

اے ایمان والو اپنے (لوگوں) کے سوا (اور مذہب والوں میں سے) کسی کو (محبت کے برتاؤ میں) صاحب خصوصیت نہ بناؤ

جو لوگ اسلام کے طریقہ سے ہٹے ہوئے ہیں ان کو اپنا دوست مت سمجھو ان سے دوستی کا تعلق نہ رکھو اس سلسلہ میں آج ہمارا کیا حال ہو رہا ہے ہر شخص خود سوچے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کیا معاملہ تھا وہ اس بارے میں کتنے محتاط تھے۔ عبرت کے لئے ایک واقعہ عرض کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک نصرانی لڑکے کے بارے میں عرض کیا گیا کہ

ھٰہنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اقویٰ حفظا ولا احسن خطامنہ

یہاں پر ایک نصرانی لڑکا ہے جس کا تعلق اہل حیرہ سے ہے یادداشت اور کتابت کے اعتبار سے اس سے زیادہ اچھا کوئی دوسرا معلوم نہیں ہوتا۔

ان خوبیوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ اسکو اپنا میر منشی بنالیں تو اچھا ہو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا

اذاً اتخذت بطانۃً من غیر المومنین۔ اگر میں نے ایسا کیا تو غیر مومن کو اپنا رازدار بنالیا۔

اس سلسلہ میں ان حضرات کا معاملہ اس نوع کا تھا جس کے فائدے بھی ظاہر ہوتے تھے اس طرح کی جو ہدایات دی گئی ہیں یہ ہمارے ہی نفع کیلئے ہیں۔ اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ لیکن اس بارے میں جو ہم سے غفلت ہو رہی ہے وہ ظاہر ہے یہ سب اسی کے نتائج ہیں۔

مسلمانوں کی قرآنی تنبیہ

پھر یہ کہ ان سے صرف چوکنا رہنے کا ہی حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایا گیا کہ یہ جو حکم دیا گیا وہ کیوں دیا گیا جس سے ان کی ذہنیت کا اندازہ ہوتا ہے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ان کے مزاج کا پتہ چلتا ہے فرمایا گیا

لا یالونکم خبالاً وہ لوگ تمھارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے

وہ لوگ ایسے ہیں جو تم کو ضرر و نقصان پہونچانے میں تمھارے فتنہ و فساد پھیلانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے یہ اس نوع کا وہ تمھارے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ تمھارے لئے ان کی دلی خواہش کیا ہے فرمایا گیا

ودّو ما عنتم اور تمھاری مضرت (دینی و دینوی) کی تمنا رکھتے ہیں۔

ان کی خواہش اسی میں ہے کہ تم تکلیف و پریشانی میں رہو۔ چنانچہ اس نوع کی وہ تدبیریں کرتے ہیں معاملات کرتے ہیں ان کی جو خواہش ہے اسکے پورا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

قد بدت البغضآء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر

واقعی (وہ) بغض (بعض اوقات) انکے منہ سے (بے اختیار بات چیت میں) ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر انکے دل میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے

دینی یا دنیوی ضرر کی جو صورتیں ان کی طرف سے ظاہر ہوتی ہیں اسی سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے اور انکے دل میں جو ہے وہ اس سے زیادہ ہے اس طرح کی جن لوگوں کی ذہنیت ہو ان سے خیر خواہی و ہمدردی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے ایسے لوگوں سے ہوشیار ہی رہنا چوکنا ہی رہنا چاہیئے اس لئے ارشاد فرمایا۔

قد بینا لکم الایت ان کنتم تعقلون۔ ہم (ان کی عداوت کے) علامات (اور قرائن) تمھارے سامنے ظاہر کرچکے ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان کی یقینی علامتوں سے دیکھ لو)

ہم کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ ذرا غور و فکر تو کرو جن لوگوں کی کیفیت اس طرح کی ہو

ان سے دوستی کسی طرح کی بھی مناسب نہیں چنانچہ اس کے بعد مسلمانوں کو پھر آگاہ کیا جارہا ہے

ھاانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتومنون بالکتاب کلہ

ہاں (سمجھو) تم ایسے ہو ان لوگوں سے محبت (کا برتاؤ) رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو تم ان سے محبت و دوستی کا معاملہ رکھتے ہو اور ان کا معاملہ تمھارے ساتھ دوستی کا نہیں بلکہ وہ نقصان واذیت پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں پھر یہ کہ تمام آسمانی کتابوں پر تمھارا ایمان ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خیر خواہی کا معاملہ کرتے محبت وتعلق رکھتے مگر ان کا معاملہ بلکل اس کے برخلاف ہے۔

منافقین کا حال اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا برتاؤ

ان کے ظاہری حالات اور بات چیت سے بعض اوقات دھوکا ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ہم لوگ اچھا معاملہ کرنے لگ جاتے ہیں اس کو بھی ذکر کیا گیا

واذا لقوکم قالوا امنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور۔

اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں (صرف تمھارے دکھانے کو منافقانہ طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب (تم سے) الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ (غضب) کے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم مروا پنے غصہ میں بے شک خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو جب تمھارے سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم یہ ہیں اور یہ ہیں اپنے کو خیر خواہ ہمدرد ظاہر کرتے ہیں پھر جب چلے جاتے ہیں تو دل میں جو غیظ وغضب ہے اس کے موافق معاملہ کرتے ہیں انکی اس ذہنیت کی آگے اور زیادہ وضاحت کی گئی

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوبھا

اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے (بڑے) خوش ہوتے ہیں۔

تم کو جب کوئی اچھی چیز پہنچتی ہے مناسب ونفع بخش صورت پیش آتی ہے تو ان کو بڑا برا لگتا ہے ان پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اندر کتنا حسد ہے۔ بغض ہے اور جب تم کو کوئی تکلیف دہ معاملہ پیش آتا ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ خوشیوں کے شادیانے بجاتے ہیں ڈنکے بجاتے ہیں جس سے واضح ہوا کہ یہ دوستی کا جو دم بھرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے غلط ہے۔

تمھاری فتحیابی منحصر ہے فضل یزداں پر

اب یہ کہ ضرر ونقصان سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ شریر آدمی تو اپنی شرارت کرے گا۔ ضرر پہنچانے کی تدبیر کریگا۔ اس سے حفاظت کے لئے فرمایا گیا۔

وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئًا ان الله بما یعملون محیط.

اگر تم صبر کرو اور تقوی کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر (علمی) احاطہ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد اور فضل خاص کے لئے دو چیزیں ہیں۔ آج امت صرف ان ہی دو سبقوں کو یاد کرلے اس کو اختیار کرے تو معاملہ پلٹ جائے ایک یہ کہ صبر اختیار کرو۔ ناگوار امور کو برداشت کرو دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح رکھو۔ تقوی اختیار کرو پھر کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے۔ یہی مسلمانوں کی کامیابی اور حفاظت کا ضابطہ قانون ہے اسی کو حضرت خواجہ صاحب نے بھی اپنے الفاظ میں فرمایا ہے

تمھاری زندگی موقوف ہے تعمیلِ قرآن پر　　　تمھاری قوم کی تو بنا ہی ہے دین وایمان پر
تمھاری فتحیابی منحصر ہے فضلِ یزداں پر　　　نہ قوت پر نہ کثرت پر نہ شوکت پر نہ سامان پر

نصرت الٰہی کی بنیادی اسباب

چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر وتقوی ہی پر نصرت خداوندی ہوتی ہے یہ دونوں چیزیں جب پورے طور پر رہیں تو اس کے نتائج کیا ہوئے۔ اور جب ان میں کمی آئی تو پھر کیا اثر ہوا۔ اس کے لئے اس وقت مختصراً تین واقعات کو سامنے رکھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے وہ تینوں واقعات

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آئے ہیں ایک بدر کا واقعہ۔ دوسرا اُحد کا واقعہ تیسرا حنین کا واقعہ۔ ان تینوں واقعات کے جو نتائج ہیں۔ ان میں جو حالات پیش آتے ہیں ان میں غور کیا جائے تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ صبر و تقوی کتنی اہم و بنیادی چیزیں ہیں۔ غزوۂ بدر میں تعداد کے لحاظ سے بھی کم تھے صرف تین سو تیرہ تھے اسباب کے لحاظ سے بھی ایسا ہی معاملہ تھا پھر یہ کہ مدینہ سے بھی کافی دور تقریباً نوے میل کے فاصلہ پر تھے۔ اسکے بالمقابل غزوۂ اُحد میں جو حالات بہتر تھے تعداد میں بھی اسکے لحاظ سے زیادہ تھے سات سو تھے۔ یہاں اسباب بھی پہلے سے زیادہ تھے اور مدینہ سے قریب ترین چار میل کے فاصلہ پر تھے مگر کیا ہوا وہاں تو فتح ہو گئی اور یہاں شروع میں تو کامیابی ملی پھر فتح شکست سے بدل گئی۔ یہ فرق کیوں ہوا پھر غزوہ حنین میں ان دونوں غزوات کے مقابلہ میں تعداد کہیں زیادہ ہے چودہ ہزار ہے لیکن یہاں بھی کیا ہوا پیرا کھڑ گئے۔ عجیب معاملہ ہے۔ بدر کے حالات کو سامنے رکھئے کہ صرف تین سو تیرہ ہیں۔ سامان بھی کم ہے اور ادھر تعداد بھی زیادہ ہے اور ساری باتیں ہیں ماشاء اللہ۔ مدینہ سے تین چار میل اُحد میں شکست ہو جائے۔ اور تقریباً نوے پچانوے میل بدر میں فتح ہو جائے۔ تین سو تیرا جیت جائے اور بارہ ہزار کے پیرا کھڑ جائیں۔ یہ کیا چیز ہے بس وہی صبر و تقوی کے یہ سب اثرات ہیں غزوۂ بدر میں صبر بھی کامل اور تقوی بھی کامل فتح ہو گئی۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

ولقد نصرکم الله ببدرو انتم اذلة فاتقو الله لعلکم تشکرون ۔

اور تمھاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کم زور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تا کہ تم شکر گزار رہو۔

غزوۂ اُحد میں ایک چیز میں کمی ہو گئی۔ صبر کی خلاف ورزی ہو گئی کہ جو اپنے رائے سے دائمی حکم تھا اس کو عارضی سمجھ لیا۔ ارشاد فرمایا کہ

ولقد صدقکم الله وعده اذ تحسونهم باذنه حتی اذا فشلتم وتنا زعتم فی الامر وعصیتم من بعد مآ ارئکم ما تحبون ۔منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرة ثم صرفکم عنهم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم والله ذو فضلٍ علی

المومنین.
اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدے (کرنے) کو سچا کر دکھایا تھا جس وقت کہ تم ان کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب تم خود ہی رائے میں کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمھاری دل خواہ بات دکھلا دی تھی اور تمھاری اس وقت یہ حالت تھی کہ تم میں سے بعض تو وہ شخص تھے جو دنیا کو چاہتے تھے اور بعض تم میں وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے، پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا تا کہ خدا تعالیٰ تمھاری آزمائش فرمائے، اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر،

غزوۂ حنین میں تقوی کے خلاف بات ہوگئی کہ بعضوں کے منہ سے نکل گیا کہ ہم بارہ ہزار ہیں جلدی فتح حاصل کرلیں گے۔ عُجب میں مبتلا ہو گئے۔ اور کہنے لگے

لن نغلب الیوم من قلة. آج کے دن تعداد کی قلت کی وجہ سے ہم ہرگز مغلوب نہ ہونگے۔
لیکن پھر معافی مل گئی اس کو بھی قرآن پاک میں ذکر فرمایا گیا۔

لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة و یوم حنینٍ اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین.

تم کو خدا تعالیٰ نے (لڑائی کے بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا، پھر وہ کثرت تمھارے کچھ کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

عقائد حقہ واعمال صالحہ کے ثمرات

ان تینوں واقعات کو سامنے رکھنے سے فتح و کامیابی کی بنیاد کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر عرض کیا کرتا ہوں کہ دو چیزیں ہیں ایک عقائد ہیں دوسرے اعمال ہیں۔ دونوں کے اثرات وفوائد ہیں۔

عقائد ٹھیک ہونگے آخرت بنے گی۔ اعمال ٹھیک ہونگے دنیا کی کامیابی ہوگی۔ عقائد واعمال دونوں ٹھیک ہونگے۔ شریعت کے موافق ہوں گے تو دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی ملے گی۔ اصول وقاعدہ کے موافق معاملہ کریں تو پھر سہولتیں وآسانیاں ملتی ہے قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لاكلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم.

اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کے طرف سے (اب) انکے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اسکی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔

اگر ہدایت واصول کی پابندی کرتے تو پھر طرح طرح کی نعمتیں ملتیں۔ ہر طرح کے راحت و آرام کا انتظام ہوجاتا خود حدیث میں ہے کہ اگر بندے پورے طور پر اطاعت کریں تو ان کے ساتھ جو معاملہ ہوگا۔ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قال ربكم عزوجل لو ان عبيدى اطاعونى لا سقيت عليهم المطر بالليل واطلعت عليهم الشمس بالنهار ولم ا سمعهم صوت الرعد. (رواہ احمد)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات میں بارش برساؤنگا جس میں گرج کڑک نہ ہوگی، دن میں ان کے لئے سورج نکال دوں گا۔

میں بارش برساؤں جب رات کو سوجائیں۔ پھر یہ کہ اس میں بجلی کی کڑک نہ ہوگی دن میں اپنے کام میں مشغول رہیں گے۔ اسمیں خلل نہیں ہوگا۔

امت صبر وتقوی اختیار کرے تو معاملہ صحیح ہوجائے

جب بھی بے اصولی اور حکم کی خلاف ورزی ہوگی تو پھر ظاہر ہے کہ پریشانی آئے گی۔ جس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں کبھی کسی شکل میں۔ کبھی کسی صورت میں صبر وتقوی یہ دونوں چیزیں ہیں۔ ان میں جہاں کمی آئے بس وہیں معاملہ گڑبڑ ہوا جب تک یہ دونوں چیزیں رہیں گی اس وقت تک ہر

طرح کی حفاظت ونصرت ہوتی رہے گی چنانچہ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی لا علم ایۃ لواخذ الناس بھا لکفتھم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔

بے شک میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان کے لئے کافی ہے وہ آیت یہ ہے ومن یتق اللہ الایۃ

اسلئے جب بھی اس نوع کے حالات پیش آئیں۔ تو جائزہ لینا چاہیئے کہ صبر میں کمی ہوئی یا تقوی میں کمی ہوئی جس کی بنا پر ایسا ہو گیا اس کی تلافی کی فکر کی جائے۔ اپنے معاملات کو ٹھیک کیا جائے اصل یہی ہے کہ آج امت صبر وتقوی کو اختیار کرے تو معاملہ پلٹ جائے۔ یہ جو حالات پیش آتے ہیں۔ یا آرہے ہیں ہماری کمی کی وجہ سے ہے اس کی اصلاح و درستگی کی ضرورت ہے یہ باتیں جو اس وقت بتلائی گئیں وہ یہاں کے سلسلہ میں تھیں ہر شخص کو اس کا لحاظ و خیال رکھنا چاہیئے۔

(حج کے خاص اور اہم حقوق)

اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک آیت کی خاصیت

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کریم کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اس کو پڑھکر آدمی دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اور وہ یہی آیت ہے۔

اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔

(تفسیر معارف القرآن)

ایمان واسلام کی نعمت پر شکر گزاری کا فائدہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

اسلام کی نعمت جو ہم کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں اس کا مقتضا یہ ہے کہ ہم کو اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ادنیٰ ادنیٰ نعمت پر تو شکر کرتے ہیں مگر اسلام عطا ہونے پر شکر بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ اور نعمت کا ادنیٰ واعلیٰ ہونا باعتبار اضافت ونسبت کے ہے کہ بعض نعمتیں بعض کے مقابلہ ہیں ادنیٰ ہیں اور بعض اعلیٰ ہیں ورنہ فی نفسہ کوئی نعمت ادنیٰ نہیں خدا کی نعمتیں سب بڑی ہی ہیں۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود لیک بس عالی ست نزد خاک تود

نعمتِ اسلام پر شکر

غرض ہم لوگ شادی پر شکر کرتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ لڑکی یا لڑکے کا نکاح بخوبی ہوگیا۔ اسپر احباب بھی مبارکباد دیتے ہیں۔ خود بھی ہر شخص کا دل اس نعمت سے شاداں وفرحاں ہوتا ہے۔ اسی طرح تنخواہ ملنے پر نوکری مل جانے پر شکر کرتے ہیں روٹی کھا کر بھی اللہ تیرا شکر کہہ لیتے ہیں ہر چند کہ ہمارا یہ شکر اس قابل نہیں کہ اس کو شکر کہا جاوے۔ کیونکہ اکثر ہم لوگ دل سے شکر نہیں کرتے صرف زبان سے اللہ تیرا شکر بے ساختہ نکل جاتا ہے۔ اور اگر دل سے بھی نکلتا ہو تب بھی وہ شکر ناقص ہی ہے کیونکہ شکر کے تین درجہ ہیں۔ دل سے، زبان سے افعال واعمال سے ہم لوگ اول تو محض زبان ہی سے شکر کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی دل سے بھی کرتا ہو، تو افعال سے شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔ اور اگر کوئی اعمال سے بھی شکر کرتا ہو، جب بھی خدا کی نعمت کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکتا حق تعالیٰ کی ہر نعمت بہت بڑی ہے، ایک کا شکر بھی کما حقہ دشوار ہے۔ خصوصاً جب کہ یہ دیکھا جائے کہ خدا تعالیٰ کا یہ انعام ہمارے اوپر ایسی حالت میں ہوا ہے کہ ہم انعام کے قابل نہ تھے، بلکہ سزا

کے قابل تھے۔ ہمارے ساتھ جو خدا کا معاملہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ جو ہمارا برتاؤ ہے اس کو کسی اور آقا کے ساتھ کر کے دیکھا جائے تب حقیقت معلوم ہو کہ ہم حقیقت میں زمین کے اندر گاڑ دئے جانے کے قابل تھے مگر پھر بھی وہاں سے انعام ہی ہوتا ہے۔

پھر نعمت بھی ایک نہیں بلکہ **واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة** حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو ظاہری و باطنی نعمتیں بے شمار عطا ہوتی ہیں۔ باطنی نعمت سے وہ مراد نہیں، جس کو تصوف کی اصطلاح میں باطنی نعمت کہا جاتا ہے۔ تا کہ یہ شبہ پیدا ہو کہ ہم سب اہل باطن صوفی ہو گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نعمتیں محسوس ہیں، بعض غیر محسوس ہیں۔ نعمت ظاہرہ سے محسوس مراد ہیں اور باطنہ سے غیر محسوس جس کی ایک فرد وہ بھی ہے جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں نعمت باطنی کہتے ہیں۔ مگر سب میں اس کا وجود ضروری نہیں۔ کیونکہ یہاں یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ تمام نعمِ ظاہرہ اور تمام نعمِ باطنہ ہر شخص کو عطا ہوئی ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو نعمِ ظاہرہ و باطنہ سے کچھ حصہ ضرور ملا ہے۔ جس کے لئے یہ لازم نہیں کہ ہر شخص میں سب کی سب مجتمع ہوں۔ بہر حال ہر شخص کو ظاہری اور باطنی نعمتیں بمقدار کثیر حاصل ہیں تو جب ایک نعمت کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا، تو مقدارِ کثیر کا شکر کیوں کر ادا ہو سکتا ہے؟ یہ تو حقیقت کے اعتبار سے ہے۔

مگر حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ہم سے شکر حقیقی کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ اسی قدر کا مطالبہ فرماتے ہیں جتنا ہم سے ہو سکتا ہے مگر افسوس کہ ہم اتنا بھی نہیں کرتے کوئی محض شکرِ لسانی پر اکتفا کرتا ہے۔ کوئی محض قلبی پر، کوئی دونوں کو جمع کرتا ہے تو اعمال میں کوتاہی کرتا ہے مگر خیر جیسا شکر بھی ہم کرتے ہیں وہ دنیاوی نعمتوں کے ظہور کے وقت ظاہر ہوتا ہے نعمت اسلام پر کوئی شکر نہیں کرتا بتلائیے یہاں اتنا مجمع موجود ہے ہر شخص اپنے دل میں غور کریں کہ چوبیس گھنٹے میں کوئی ساعت بھی ایسی ہوتی ہے جس میں ہر شخص خدا تعالیٰ کا اس لئے شکر کرے کہ اس نے ہم کو مسلمان بنایا اسلام و ایمان عطا کیا۔ مسلمانوں کے گھر پیدا کیا۔ غالباً کوئی شخص بھی ایسا نہ نکلے گا الا ماشاء اللہ۔ تو یہ ہماری کتنی بڑی کوتاہی ہے کہ ایسی نعمت پر شکر کی توفیق ہم کو نہیں ہوتی۔ جس سے بڑی کوئی نعمت نہیں اور مرنے کے بعد ہمیشہ کی نجات اسی پر ہے۔ بھلا اگر یہ نعمت سلب ہو جاوے خدانخواستہ تو پھر ہمارا

کہاں ٹھکانہ رہے گا جب یہ اتنی بڑی نعمت ہے تو اس کا شکر نہ ادا کرنا بڑی غفلت ہے۔

تدبیرِ حسنِ خاتمہ

امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ اگر ایمان پر خاتمہ چاہتے ہو تو ہمیشہ نعمتِ ایمان پر خدا کا شکر کرتے رہو۔ کیونکہ حق تعالٰے کا وعدہ ہے **لئن شکر تم لازیدنکم** اگر تم میرا شکر کروگے تو میں نعمت کو بڑھاؤنگا اسے زیادہ کرونگا۔ سبحان اللہ یہ نہیں فرمایا **لئن شکر تم لااسلبنکم یا لا انقصنکم** کہ اگر شکر کروگے تو میں نعمت سلب نہ کرونگا یا کم نہ کرونگا بلکہ **لازیدنکم** فرمایا جس میں زیادت کا وعدہ ہے وعدۂ زیادت سے نقصان کی نفی ہوگئی اور نفی نقصان سے سلب کی نفی بدرجۂ اولٰی ہوگئی کیا بلاغت ہے کہ ایک لفظ ایسا فرمادیا جس سے نقصان وسلب دونوں کی نفی بھی ہوگئی اور ترقی کا وعدہ بھی ہوگیا۔ کوئی کلام ایسا بلیغ ہے جس کے ایک لفظ سے اتنے معانی حاصل ہوتے ہوں اگر خدا فہم دے تو قرآن کا لفظ لفظ اعجاز سے بھرا ہوا ہے جب شکر پر وعدہ زیادت ہے تو جو شخص نعمت ایمان پر شکر ادا کرتا رہے گا اس کا ایمان کبھی زائل یا کم نہ ہوگا بلکہ دن بدن بڑھتا رہے گا۔ پس یہ ورد دستو العمل بنانے کے قابل ہے اگر اپنا ایمان دنیا سے سلامت لے جانا چاہتے ہو تو ایمان کا شکر کبھی نہ بھولو۔

اللھم لک الحمد ولک الشکر علی ما اولیتنی من نعمة الاسلام ولک الحمد ولک الشکر علی ما اکرمتنی بنعمة الایمان۔ اللھم توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مفتونین آمین ۱۲ جامع) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میری امت غافل ہے یہ از خود ایمان واسلام کا شکر بہت کم ادا کریگی۔

دعاء بعد طعام میں شکرِ اسلام کی تعلیم

اس لئے حضور نے بعض دعائیں ہم کو ایسی تعلیم فرمائیں جن میں اسلام کا شکر بھی ادا ہو جاتا ہے مثلاً کھانے کے بعد کے لئے یہ دعا تعلیم فرمائی **الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی وجعلنی من المسلمین** خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو کھلایا اور پلایا اور مجھے مسلمانوں میں داخل کیا۔ کھانے کے میل میں اسلام پر شکر کی تعلیم فرمانے میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ اس میں اشارتاً بتلایا

گیا ہے کہ تم ایسے نہیں ہو جو مستقلاً اسلام کا شکر ادا کرو۔ اس لئے بچوں کی طرح روٹیوں کے بعد شکر اسلام کی تعلیم فرمائی کہ میاں اور کسی وقت شکر نہ کرو، تو روٹیاں کھانے کے بعد تو اسلام کا شکر ادا کر لیا کرو۔ کیونکہ اس وقت ایک ظاہری نعمت تمہارے سامنے ہوتی ہے۔ اس کا شکر تو تم طبعاً ادا کرو ہی ہوگے۔ اس کے ساتھ ساتھ نعمت اسلام کا شکر بھی ادا کرلو۔ جس سے یہ سب کھانا پینا بھی نعمت ہو گیا اور اسلام کی بدولت آخرت میں بھی تم کو یہ نعمتیں نصیب ہوں گی اگر نعمت اسلام نہ ہوتی تو کھانا پینا سب وبال جان ہوتا اور اس کی لذت چند روزہ ہوتی۔ پس روٹیوں کے ساتھ شکرِ اسلام تعلیم فرمانا ایسا ہے جیسے بچوں کو بتاشہ میں دوا دیتے ہیں۔ افسوس ہم ایسے غافل ہیں کہ حضور ہم کو بچوں کی طرح بہلا پھسلا کر شکرِ اسلام کی تعلیم فرما رہے ہیں۔ اور ہم کو کھانے کے بھی سب آداب بتلائے ہیں۔ جن میں ضمناً اسلام پر بھی شکر کی تعلیم فرمائی

شکر کے معنی

اب سمجھے کہ شکر کے معنی ہیں قدردانی کے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ کا نام شکور ہے کہ وہ اعمال کی قدر کرتے ہیں۔ قدر کی دو صورتیں ہیں۔ اگر یہ شخص حاجت مند ہے تو اسکی قدر تو یہ ہے کہ اس سے منفعت حاصل کرے اور منعم کا احسانمند رہے اور اگر حاجت مند نہیں ہے تو اسکی قدر یہ ہے کہ اس فعل کی جزا و صلہ عطا کرے چنانچہ حق تعالیٰ کو شکور اسی معنی کے اعتبار سے کہتے ہیں۔ ان کی قدر دانی یہی ہے کہ وہ بندوں کے اعمال کا صلہ دیتے ہیں اور بندہ کی قدردانی یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے وہ منافع حاصل کرے جن کے لئے وہ موضوع ہیں۔ مثلاً روٹی کی قدر یہ ہے کہ اُسے کھاؤ پانی کی قدر یہ ہے کہ پیو اور برف کی قدر یہ ہے کہ اُس سے ٹھنڈک حاصل کرو۔ اگر کوئی شخص برف کو پانی میں گھول کر معمولی برتن کے اندر رکھ دے تو کہا جاتا ہے اُسے برف کی قدر نہیں ہے یعنی جس منفعت کے لئے وہ موضوع تھی اس سے وہ نفع حاصل نہ کیا۔ اس لئے ناقدری کی۔ اسی طرح اسلام کا شکر یہ ہے کہ اس کی قدر کرو اور قدر یہ ہے کہ اس کی برکات منافع حاصل کرو۔ (محاسن اسلام)

اسکی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پرسکون زندگی

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ اس ابتر اور پراگندہ دنیا میں سکون کی زندگی گذارنے کا راستہ کیاھے۔ حضرت مہتمم صاحب نے اپنے حکیمانہ انداز میں جو جواب تحریر فرمایاوہ جزوی ترمیم اور ذیلی عناوین کیساتھ مستقل مضمون کی صورت میں پیش ھے۔ (ادارہ)

"اس پریشان اور ابتر دنیا میں انسان کس طرح ایک خوش وخرم اور پرسکون زندگی بسر کرسکتا ہے۔۔۔؟

(یہ) سوال اہم (ہے) اور عموماً آج کے دُکھی دلوں کی ایک عمومی پکار ہے اس لئے حقیقۃً توجہ طلب ہے۔ لیکن یہ سوال جس قدر اہم اور پیچیدہ دکھائی دیتا ہے اسی قدر اپنے جواب کے لحاظ سے واضح اور صاف بھی ہے۔

مصیبت کی حقیقت

جواب سامنے لانے کے لئے پہلے پریشانی اور ابتری کے معنی متعین کرلینے چاہییں تو اس سے بچنے کی صورت اور زندگی کے سکون کی راہ خود ہی متعین ہوجائے گی۔ لوگوں نے عموماً مصیبت و پریشانی دُکھ درد بیماری افلاس، تنگ دستی، جیل قید و بند، مار دھاڑ، قتل وغارت قحط، وباء بلا وغیرہ کو سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اس میں سے ایک چیز بھی مصیبت نہیں۔ یہ صرف واقعات اور حوادث ہیں۔ پریشانی اور مصیبت درحقیقت ان سے دل کا اثر لینا تشویش میں پڑنا، دل تنگ ہونا اور کرب وغم میں ڈوب جانا ہے۔

پس یہ چیزیں زیادہ سے زیادہ اسبابِ مصیبت کہلائی جاسکتی ہیں، مصیبت نہیں کہی جاسکتیں، مصیبت قلب کی کیفیت احساس اور تاثر کا نام ہوگا جیل کی قید و بند کا نام مصیبت نہیں بلکہ اس سے دل میں پراگندگی، اور گھٹن کا اثر آنا مصیبت ہے۔ افلاس و تہی دستی خود کوئی پریشانی نہیں، بلکہ دل کا اس سے گھبرانا اور مضطرب ہونا پریشانی ہے۔ تپ ولرزہ یا ہیضہ وطاعون اور قحط ووباء مصیبت نہیں بلکہ دل کا ان سے کرب و بے چینی کا اثر لینا مصیبت ہے۔ پس مصیبت خود ہمارے دل کی کیفیت ہے۔ دنیا کے واقعات نہیں۔

حوادث زمانہ ختم کرنے کی فکر

اس لئے مصیبت کے خاتمہ کی یہ تدبیر کبھی معقول اور کارگر نہیں ہوسکتی کہ دنیا کے حوادث کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ جب کے حوادثِ زمانہ نہ خود مصیبت ہیں اور نہ ہی ہمارے قبضے میں ہیں۔ بلکہ صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ان حوادث کے پیش آنے پر قلبی تشویش و پراگندگی کا راستہ روک دیا جائے اور ان سے بجائے خلاف طبع ضیق وتشویش کا اثر لینے کے انہیں طبیعت کے موافق بنالیا جائے جس سے دل ان سے گھٹنے کے بجائے لذت لینے لگے تو ان میں سے نہ صرف مصیبت ہونے کی شان ہی نکل جائے گی بلکہ یہ امور قلبی راحتوں کا ذریعہ بن جائیں گے اور زندگی میں پریشانیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔

آج کی دنیا زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے ان حوادثِ زمانہ کو ختم کردینے کی فکر میں لگی ہوئی ہے لیکن یہ چونکہ ایک ناممکن کو ممکن بنانے کی کوشش ہے جو کبھی شرمندہ وقوع نہیں ہوسکتی اس لئے جتنا جتنا یہ اوندھی تدبیر بڑھتی جائے گی، اتنا ہی دنیا کی زندگی میں ابتری اور بے چینی کا اضافہ ہوتا رہے گا اور کبھی بھی پریشانیوں اور بے چینیوں کا خاتمہ نہ ہوگا، جیسا کہ مشاہدے میں آرہا ہے۔ پس عالم کو بدل ڈالنے کی کوشش کا نام چین نہیں بلکہ خود اپنے کو بدل دینے کا نام سکھ اور چین ہے۔

از محبت تلخہا شیریں بود

اس کی سہل صورت ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ نظر کو ان حوادث سے ہٹا کر اس سرچشمہ کی

طرف پھیر دیا جائے جہاں سے بن بن کر یہ اسباب، مصائب و آفات عالم پر اتر رہے ہیں اور وہ اللہ رب العزت کی ذات بابرکت ہے جس نے اس عالم کو اپنی لامحدود حکمتوں سے عالم اضداد بنایا ہے اور اس میں راحت وکلفت نعمت ومصیبت، حظ وکرب اور چین اور بے چینی دونوں کو سمو کر اس عالم کی تعمیر کی ہے۔ اگر اس سے رشتہ محبت وعبودیت اور رابطہ رضا وتسلیم قائم کرلیا جائے جس کا نام ایمان ہے اور ریاضت ومشق سے اسے اپنا حال اور جو ہر نفس بنالیا جائے کہ اس کے ہر تصرف اور تقدیر پر اطمینان واعتماد کلی میسر آجائے تو یہ محبت ہی ہر تلخ شیریں اور ہر ناگوار کو خوش گوار بنادیگی جس سے قلب ان حوادثِ تشویش کا اثر نہیں لے سکے گا جو مصیبت کی روح ہے کہ

از محبت تلخہا شیریں بود

کیوں کہ عاشق کے لئے محبوب کی طرف سے آئی ہوئی ہر چیز محبوب اور لذیذ ہوتی ہے، وہ محبوب کی بھیجی ہوئی تکلیف کو بھی اپنے حق میں یہ سمجھ کر راحت جانتا ہے، کہ محبوب نے مجھے یاد تو کیا، وہ میری طرف متوجہ تو ہے اور مجھے قابل معاملہ تو سمجھا، یہ تصور ہی اس مصیبت کو اسکے لئے لذت و راحت بنادیگا اور مصیبت، مصیبت نہ رہے گی۔۔۔۔ خلاصہ یہ نکلا کہ مصیبت کا نام ہے خلاف طبع کا۔ اور خلاف طبع کو موافق طبع بنانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ عالم کی طبیعت کو بدلنے کے بجائے (جو بس کی بات نہیں) اپنی طبیعت کو بدل دیا جائے اور اس کا رخ مصیبت سے پھیر کر مصیبت بھیجنے والے کی طرف کردیا جائے کہ نظر مصیبت پر نہ رہے بلکہ خالق مصیبت کی توجہ وعنایت اور بے پایاں حکمت وتربیت پر ہوجائے اور ظاہر ہے کہ یہ یقین بجز خدا کی ذات کو مانے ہوئے اور اس کے ہر ہر تصرف پر کلی اعتماد واطمینان کئے بغیر میسر نہیں آسکتا۔ اس لئے مصائب کا خاتمہ خدا کے نام سے بھاگنے میں نہیں ہے بلکہ اس کی طرف لوٹنے میں ہے یعنی آگے بڑھنے میں نہیں بلکہ پیچھے ہٹنے میں ہے۔

ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

اندریں صورت انسان جتنا بھی استیصال حوادث کی مہم میں لگا رہے گا، مصائب سے کبھی

نجات نہ پاسکے گا جس کا راز یہ ہے کہ وہ دفعیہ حوادث و آفات کی تدبیر کسی نہ کسی سبب ہی کے ذریعے کریگا اور یہ سبب بھی جب کے خود ایک حادثہ ہوگا جس میں منفعت کے ساتھ مضرّت کا بھی کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوگا تو یہ دفع مصیبت بھی مصیبت سے خالی نہ ہوگا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ استیصال مصائب کے بجائے کچھ نہ کچھ اضافۂ مصائب ہی ہو جائے گا اور ایک مصیبت اگر کسی حد تک ٹل بھی جائے گی تو دوسری مصیبت اسی آن اس کی جگہ لے لے گی۔

گر گریزی بر اُمید راحتے　　ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

لیکن اگر ان حوادث سے بالاتر ہو کر خالقِ حوادث سے قلب کا تعلق قائم کر لیا جائے تو ادھر سے علمی طور پر تو ان آفات و مصائب کی حکمتیں دل پر کھلیں گے جس سے یہ مصائب معقول اور برمحل محسوس ہونے لگیں گے اور ان سے اکتانے کی کوئی وجہ معقول نہ ہوگی کہ قلب عقلاً غمگین ہو اور پھر عشق الٰہی کی سرشاری میں جب کہ ان حوادث کا درود منشاء محبوب محسوس ہوگا تو اس سے توجہ محبوب سمجھ کر یہ عاشق قلب میں عملاً ان آفات سے لذت و سرشاری کا اثر بھی لینے لگے گا اور آخر کار اس روحانی لذت و سرشاری میں محو ہو کر اسے فرصت ہی نہیں ملے گی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان آفات و مصائب کی طرف دھیان بھی کر سکے۔۔۔۔اس لئے اس کے حق میں نعمت تو نعمت ہوئی مصیبت اس سے بھی بڑھ کر نعمت و لذت بن جائے گی اور زندگی سے مصائب اور پریشانیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس راحت حقیقۃً اسباب راحت میں نہیں بلکہ مُسبب الاسباب سے سچے تعلق میں پنہاں ہے۔

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست　　جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

راستے دو ہی ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ راستے دو ہی ہیں، ایک مصائب سے دل تنگ ہو کر اسباب کے راستہ سے ان کا مقابلہ اور استیصال کی فکر و سعی اور ایک مسبب الاسباب سے عشق کے ذریعہ مصائب کو توجہ محبوب

سمجھ کر ان پر دل سے راضی ہو جانا اور شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرنا۔ پہلا راستہ بندگان عقل (فلاسفہ) نے اختیار کیا تو ایک لمحہ کے لئے بھی مصائب سے نجات نہ پا سکے نہ خود مطمئن ہوئے نہ کسی کو اطمینان دلا سکے، بلکہ خود مبتلا ہو کر پوری دنیا کو مبتلائے مصائب و آفات کر دیا جس سے دنیا سے سکھ اور چین رخصت ہو گیا، اسبابِ راحت بڑھ گئے اور راحت رخصت ہو گئی۔

دوسرا راستہ بندگان خدا (انبیاء و اولیاء) نے اختیار کیا کہ حوادث عالم سے تنگدل ہونے کے بجائے انہیں توجہ حق اور منشاء الٰہی سمجھ کر ذریعہ راحت قلب بنایا تو تشویش و پریشانی ان کے قلب کے آس پاس بھی نہ پھٹک سکی، خود بھی مطمئن اور منشرح ہوئے اور عالم میں بھی سکون و اطمینان کی لہریں دوڑا دیں اس لئے ان کی اور ان کے متبعین کی زندگیوں سے ہمیشہ کے لئے مصیبتوں کا خاتمہ ہوا اور خوشی و خرمی ان کی زندگیوں کا عنوان بن گئی۔

الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين أمنوا وكانو يتقون۔ لهم البشرى فى الحيوة الدنيا وفى الآخرة لا تبديل لكلمات الله ذالك هو الفوز العظيم۔

بلاشبہ اولیاء الٰہی پر نہ خوف ہے نہ غم جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے، ان کے لئے دنیا (زندگی) میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی اللہ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں خوشی و خرمی کا یہی اٹل قانون ہمیشہ رہا ہے اور رہے گا۔

تیر انداز کے پہلو میں آ کھڑا ہو

موسیٰ علیہ السلام سے افلاطون حکیم نے سوال کیا تھا کہ اگر آسمان کو کمان فرض کیا جائے اور مصائب و آفات کو اس کمان سے چلنے والے تیر شمار کیا جائے اور خدا کو تیر انداز مانا جائے تو ان مصائب سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟

عقل کا جواب تو مایوسی ہوتا کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں کیونکہ آدمی نہ آسمان کے دائرے سے باہر جا سکتا ہے نہ خدا کے احاطے سے باہر نکل سکتا ہے۔ اس لئے لامحالہ اسے مصائب کے تیر کھانے

ہی پڑیں گے۔ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، لیکن انبیاء فلاسفہ نہیں ہوتے کہ محسوسات میں گھری ہوئی محدود عقل کا سہارا پکڑ کر اپنے علم وعمل کے راستہ محدود کرلیں، ان کا تعلق خالقِ عقل سے ہوتا ہے جو اپنے کمالات وتصرفات میں لامحدود ہے اور تعلق بھی محبت وعشق کا ہوتا ہے جو شش جہت سے بھی اوپر کی بات لاتا ہے۔

عقل گوید، شش جہت راہیست۔ حدے بیش نیست
عشق گوید، ہست راہے، بارہا من رفتہ ام،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مصائب کے تیروں سے بچاؤ کی بہت آسان صورت ہے اور وہ یہ کہ آدمی تیرانداز کے پہلو میں آکھڑا ہو، نہ تیر لگے گا نہ اثر کرے گا۔ اور پہلوے خداوندی ذکراللہ اور یادِ حق ہے جس میں محو ہوکر آدمی اپنے کو کلیۃً خدا کے سپرد کردیتا ہے اور یہ محبت وتفویض ہی عاشق کا وہ کام ہے جس سے ہر تلخ اس کے لئے شیریں بن جاتا ہے، اور اس کی صدا یہ ہوجاتی ہے کہ ؎

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من
دل فدائے یار دل رنجان من

اور پھر اس کی تفویض اور جان سپاری کا عالم یہ ہوجاتا ہے کہ ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

ظاہر ہے کہ اس لذت جان سپاری کے ہوتے ہوئے مصائب وآفات کی مجال ہی کیا رہ جاتی ہے کہ وہ قلبِ عاشق کو بے چین کرسکیں یا اس میں ذرہ برابر پراگندگی اور تشویش پیدا کرسکیں، اس حالت میں قلب عاشق کی ہر تشویش و پراگندگی مبدل بہ سکون وطمانینت ہوجاتی ہے جو لذت و راحت کی جڑ اور بنیاد ہے، اور اب اگر اس میں کوئی تشویش وخلش ہوسکتی ہے تو اندیشۂ فراقِ محبوب کی تو ہوسکتی ہے ورنہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی تشویش وپریشانی سے آلودہ نہیں رہ سکتا۔

خداپرست وعقل پرست کا انجام

اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ بندۂ عقل کو کبھی قلبی راحت نہیں مل سکتی اور بندۂ خدا کو کبھی قلبی

پریشانی نہیں ہوسکتی۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ ترجمہ: آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

مغروران عقل تجویز کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیشہ نامُراد رہتے ہیں اور خاکساران حق تفویض کی راہ چلتے ہیں تو ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔

پس دنیا والوں کی انتہائی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسبابِ راحت کو راحت، اور اسبابِ مصیبت کو مصیبت سمجھ رکھا ہے اس لئے دنیا کو اسباب و وسائل سے بھرنے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ یہی راستہ زندگی کی تشویشات اور بے چینیوں کا ہے جس میں ایک لمحہ کے لئے راحت میسر نہیں آسکتی، وہ اس راہ سے جتنا بھی حصول راحت اور دفعیہ مصائب کی جدوجہد کرتے رہیں گے اتنا ہی راحت سے دُور اور قلبی سکون سے بعید تر ہوتے چلے جایں گے۔

راہ لذت از درونست نہ از بروں

حصولِ راحت کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے لوٹ کر خدا سے معاملہ صاف اور رابطہ قوی کیا جائے اور اسی سچے خدا کا سہارا پکڑا جائے جسے چھوڑ کر ہم بہت آگے نکل آئے ہیں، ورنہ زندگی کے پرسکون ہونے کا اور کوئی راستہ نہیں۔ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ اس لئے آج کی پریشان حال اور ابتر دنیا اگر فی الحقیقت ایک خوش خرم اور پرسکون زندگی چاہتی ہے تو اپنا رخ بدلے، اور بم چلانے، ایٹم بم بنانے، چاند پر جانے اور سیارات چھوڑنے میں راحت وسکون تلاش کرنے کے بجائے خداوند کریم کی بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور اس کے بھیجے ہوئے مستند قانون کو اپنا کر راہ عبُودیت اختیار کرے کہ اس بارگاہ سے نہ کبھی کوئی مایوس لوٹا ہے نہ لوٹے گا اور اس سے کٹ کر نہ کبھی کوئی کامیاب ہوا ہے نہ ہوگا۔

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ گر کافر و گبر وبُت پرستی بازآ
ایں درگہِ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

(خطبات حکیم الاسلام جلد چہارم)

گناہ اور اس کے نقصانات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ

آج ہم لوگ زہر تو کھا رہے ہیں یعنی بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں مگر اس کا تریاق اور علاج یعنی توبہ اور شریعت وسنت پر عمل کے لئے تیار نہیں تو بھلا سوچیں کہ زہر کھانے والا کب تک صحت مند رہ سکتا ہے۔ جس طرح زہر کی گولی سے زندگی کے بجائے موت آجاتی ہے اسی طرح ان گناہوں میں سے ایک گناہ بھی جنت کی زندگی کے بجائے جہنم میں پہنچادیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ فضل نہ فرمائے۔

چند گناہ کبیرہ جن پر وعیدیں آئی ہیں۔ جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اور ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہیں

(۱۶) کسی کے مال کا نقصان کرنا

یہ گناہ بھی صرف استغفار سے معاف نہیں ہوتا ہے جب تک کہ جس کا نقصان کیا ہے اس سے معاف نہ کرائے۔

(۱۷) کسی کی عزت کو دھبہ لگانا

جو کسی کی عزت گرانا چاہتا ہے اللہ اسکی عزت گرادیتا ہے

گناہ کے نقصانات

(۱۱) توبہ کا ارادہ کمزور ہوجاتا ہے یہانتک بالکل توفیق ہی نہیں ہوتی اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

۴۔ الایمان بالرسل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں عقیدے

نظر فرمودہ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ

عقیدہ کی تعریف: دین کی وہ اصولی اور ضروری باتیں جن کا جاننا اور دل سے ان پر یقین کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔

عقیدہ ۴: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کا کام سنبھالنے اور جو انتظامات آپ فرماتے تھے انہیں قائم رکھنے میں جو آپ کی جگہ بیٹھے اسے ''خلیفہ'' کہتے ہیں، اس کا یہ کام نہیں کہ وہ دین میں نئے احکام دے، نہ اس کو کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے۔

عقیدہ ۵: خلیفۂ رسول پیغمبر کی طرح معصوم نہیں ہوتا، اس کی اطاعت اسی وقت تک ہے جب تک کہ اس کا کام اللہ رسول کے خلاف نہ ہو، بالفرض کوئی خلیفہ بھولے سے یا جان بوجھ کر شریعت کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کی جائے گی۔

عقیدہ ۶: خلیفۂ رسول کا مقرر کرنا اللہ کے ذمہ نہیں بلکہ یہ کام مسلمانوں کا ہے جس طرح نماز کا امام مقرر کرنا مقتدیوں کے ذمہ ہے، ہمارے پیغمبر ﷺ کے بعد تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کی جگہ بیٹھے اس لئے خلیفۂ اول ہیں، ان کے بعد حضرت عمرؓ دوسرے خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت عثمانؓ تیسرے خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ ان چاروں کو ''خلفائے راشدین'' کہتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

اغراض ومقاصد

مقامی مجلس دعوة الحق

الحمدللہ شروع ہی سے باہم مشوروں کے ساتھ شہر کے اندر مجلس یہ خدمات انجام دے رہی ہے

۱) شہر کی مساجد میں ائمہ مساجد کے ذریعہ نماز کے بعد ایک منٹ کا مدرسہ سنانا۔

۲) شہر کے اطراف ونواح کے علاقوں میں ہر پیر بعد نماز عصر مجلس کے علماء واراکین گشت کے ذریعہ گھر گھر پہنچ کر ایک گناہ کا نقصان اور ایک طاعت کا فائدہ بتانا پھر بعد نماز مغرب مسجد میں مردوں کو جوڑ کر علمائے کرام کے بیانات کا نظم اور نماز کی عملی مشق کا اہتمام کرنا۔

۳) ہر قمری مہینہ کے آخری اتوار کو عصر تا فجر اجتماع منعقد کر کے اس میں اکثر بیرونی اکابر علماء اور کبھی حسب ضرورت مقامی علمائے کرام کے اصلاحی مواعظ کا نظم کرنا۔

۴) قرآن کریم اور دینی کتابوں کے بوسیدہ پرزوں کو اہتمام واحترام کے ساتھ کہیں دفن کرنے کی غرض سے جابجا پلاسٹک بکیٹوں کا انتظام کرنا۔

۵) جن مساجد میں قرآن بغیر جزدان کے رکھے ہوئے ہوتے ہیں وہاں جزدانوں کا انتظام کرنا۔

۶) ہفتہ میں دودن مؤذن حضرات کو جوڑ کر اذان واقامت کی اصلاح اور عملی مشق کرانا۔

۷) مجلس دعوة الحق کے دستور کے مطابق لڑکوں اور لڑکیوں کی صحیح قرآنی تعلیم کے لئے مدارس کا قیام اور نظم کرنا۔

۸) اسی مقصد کے تحت تعلیم بالغان کا جزوقتی نظم بھی جاری ہے۔

۹) حضرات اکابرین کے مواعظ وملفوظات کے منتخب کتابچے ہر ماہ شائع کر کے گھر گھر تقسیم کرنا۔

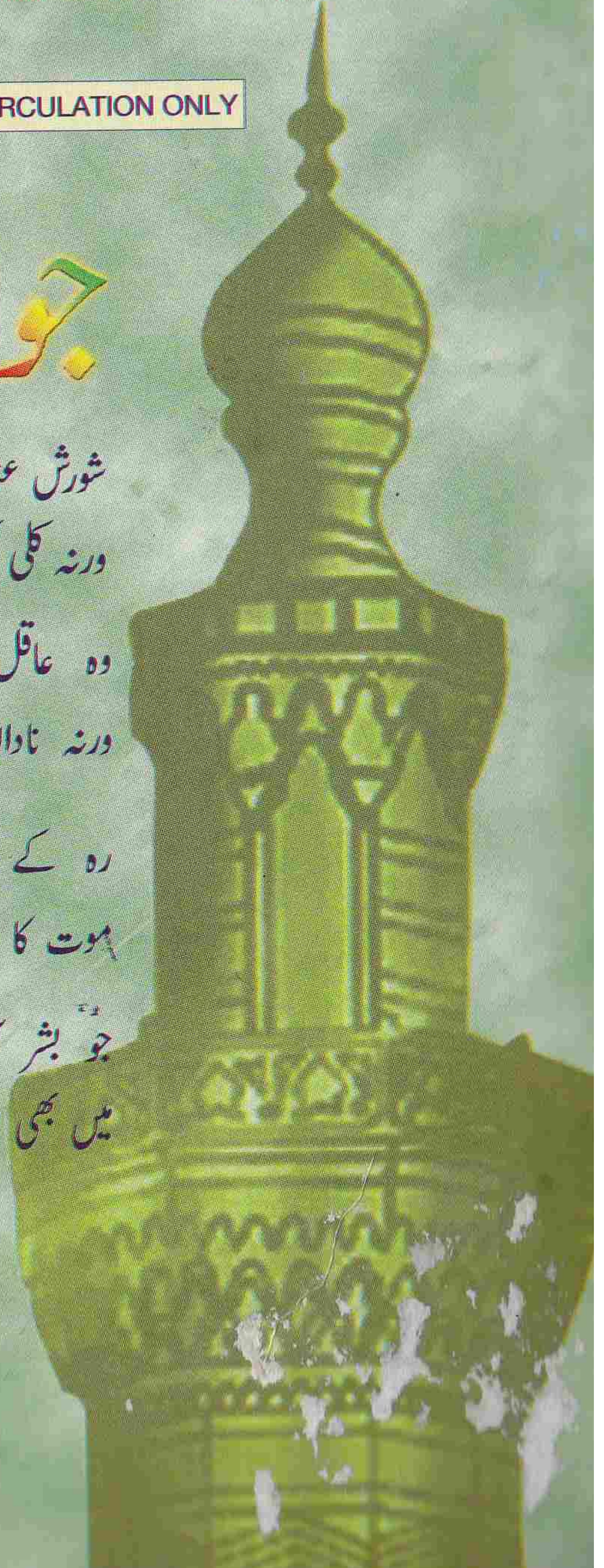
۱۰) قمری حساب سے محرم میں اسلامی کیلنڈر شائع کرنا۔

۱۱) ان تمام امور کی باقاعدہ ترتیب وتعمیل کیلئے مستقل دفتر موجود ہے جہاں دو علماء اس غرض سے متعین ہیں کہ پوری کارروائی کو تحریراً محفوظ کریں اور مجلس کے ماہانہ اجلاس میں طے شدہ امور کو عملی جامہ پہنائیں۔

DAWATH-UL-HAQ

43 Mulla Street,Pernambut - 635 810.
E-mail: dawathulhaq@rediffmail.com Phone: 0471-2312

FOR PRIVATE CIRCULATION ONLY



جواہر حکمت

شورش عندلیب نے روح چمن میں پھونکدی
ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خواب ناز میں

وہ عاقل جو کہ آغاز میں سوچے انجام
ورنہ ناداں بھی سمجھ جاتا ہے کھوتے کھوتے

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے